www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار
اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir
سرینگر کشمیر
قیمت صرف 3 روپے

21/جون 2013ء جمعۃ المبارک 11 شعبان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 22

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

ژھِنِہَکھ اتھِ بوٗڈ چھُے ووٗلراہ
کھوٗر کیٚاہ وایکھ تھوٗکُے ہوٗ ژُے
اَچھی کن ترٛ وپرِتھ ترٛ اوَکھ لراہ
جاے شیرٕ کھ نیٚنٛدٕرِہ رٕژھے

ڈُلر وسیع و عریض جھیل ہے۔ نہ تمہارا ہاتھ اس کے پار کرنے میں کام آسکتا ہے اور نہ کوئی چپو۔ کیونکہ چپو چلاتے چلاتے بھی تمہارے ہاتھ تھک جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آنکھیں بھی بند کرو اور کان بھی اور قبر کو آرام گاہ بنانے کی کوشش کرو۔

۱۴/شعبان کی رات - شبِّ برأت

اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے: ”قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی، یقیناً ہم نے بابرکت رات میں اسے اُتارا، ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر، ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں رب کی مہربانی سے، ہے بڑا سننے والا اور جاننے والا“۔ (دخان: ۱ تا ۶) اس آیت مبارکہ کے بارے میں بعض مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ رمضان شریف کی رات لیلۃ القدر کی فضلیت میں نازل ہوئی ہے اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ شعبان المعظم کی پندرہویں رات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے اگر شعبان کی پندرہویں رات کو مراد لے لیا جائے تو مفسرین حضرات کی رائے کے مطابق اس کو صحیح تصور کیا جائے گا۔

اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب کی برکت سے اس اُمت پر جہاں اور بہت سے احسان فرمائے ہیں، وہیں شعبان کا مہینہ اور اس ماہ کی پندرہویں رات بھی اُمت محمدیہ ﷺ کیلئے رحمت، مغفرت اور بخشش کا سیزن بنا کر بھیجی گئی ہے۔ گنہگاروں کو رحمت کی طرف آنے کی دعوت دینا یوں تو سارا سال ہی چلتا ہے مگر کچھ خاص اوقات اور خاص مہینے پروردگار عالم نے ہم گنہگار لوگوں کو دیئے جو میرے محبوب کے اُمتی ہیں، وہ سیزن کے دنوں میں اپنے تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی ندامت کے آنسوؤں سے اس کی رحمت کے خزانے لوٹ لیں“ چنانچہ خاتم المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو (پندرہویں تاریخ دن کا)۔ اللہ ربّ العزت پندرہویں شب کے غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا کی طرف تمام رحمتوں کو متوجہ فرما کر یہ صدا دیتے ہیں۔ کوئی معافی چاہنے والا ہے۔ جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اُس کو معاف کروں۔ کوئی روزی چاہنے والا ہے، کوئی مصیبت زدہ ہے کہ جو مجھ سے مصیبت دور کرنے کے لئے کہے اور میں اس کی مصیبت کو دور کر دوں۔ اسی طرح صبح صادق تک اللہ تعالیٰ آوازیں دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ شریف)

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ سال بھر گناہگار مجھے پکارتے ہیں۔ آج میری رحمت گناہگاروں کو بلا رہی ہے۔ میری رحمت گناہگاروں کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ گناہ لے کے آؤ گے تو معاف کر دیا جائے گا۔ رزق لینے آؤ گے تو دے دیا جائے گا۔ اولاد لینے آؤ گے تو دیدی جائے گی۔ جنت لینے آؤ گے تو عطا کر دی جائے گی۔ بقول شاعر

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

پرچون مانگو گے تو ملے گا۔ تھوک مانگو گے تو ملے گا اور لطف کی بات یہ ہے کہ دیا تو سب کچھ مل جائے گا اور لیا کچھ بھی نہیں جائے گا۔ مفت میں رحمتیں لوٹو۔ بقول شاعر

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شئے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

داتا سب کا داتا! اس رات کو محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے دروازے پر، صدیق اکبرؓ خدا کے دروازے پر، عمر فاروقؓ خدا کے دروازے پر، علیؓ خدا کے دروازے پر، مگر افسوس صد افسوس کہ اُمتی کہلانے والے آتش باز کے دروازے پر! اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس رات کی مبارک ساعتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی جس میں اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کھڑی ہو کر حاضرِ خدمت ہوئی اور آپ ﷺ کے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا وہ ہل گیا تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ ٹھیک ہیں۔ پھر کان لگا کر میں نے سُنا تو آپ ﷺ سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے کہ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری خوشنودی کے ذریعے سے تیرے غصہ سے اور میں پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب و قہر سے اور تیری معافی کے ذریعے سے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تو اتنی خوبیوں والا ہے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا اور اتنی تعریفیں ہیں تیری کہ تو خود ہی ان کو جانتا ہے، تو ایسا ہے جیسے کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ جب آپ ﷺ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تو نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تیری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم نہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے سجدہ طویل ہونے کی وجہ سے خیال کیا تھا کہ شاید آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تم جانتی ہو کہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس شب میں اللہ ربّ العزت اپنے بندوں ں کی طرف رحمت سے دیکھتے ہیں اور معافی چاہنے والوں کو معاف کرتے ہیں اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں اور بغض رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں (بیہقی شریف)

اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے:

☆ حضور پاک ﷺ نے اس رات کو طویل قیام فرمایا۔
☆ حضور پاک ﷺ نے اپنے معبود حقیقی کو سجدے میں راضی کیا۔
☆ حضور پاک ﷺ نے خدا کی رحمت کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: اس رات کو رحمت طلب کرنیوالے کو رحمت دی جائیگی۔
☆ اس رات مغفرت طلب کرنے والوں کو بخش دیا جائے گا۔
☆ کینہ رکھنے والوں کی اس رات بھی بخشش نہیں ہوگی۔

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

لہٰذا تم بھی اس رات خدا کے حضور رویا کرو۔ اس رات کو رحمت کے پانی سے گناہوں کو دھویا کرو۔ اس رات کو ماضی کے گناہوں سے توبہ کرو۔ اس رات کو خداوندی کے خزانے کو لوٹا کرو اور عذاب خداوندی سے چھوٹا کرو۔ گناہوں سے رہائی ملے گی۔ چھ آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی: ”آپ نے سرور دو عالم ﷺ کے فرمانِ مبارک سے یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ رات بخشش کی رات ہے اور یہ رات رحمت کی رات ہے اور یہ رات گناہوں سے نجات کی رات ہے۔ اس رات کو رحمت خداوندی خود گناہگاروں کے دروازے کھٹکھٹا کر انہیں اپنے دروازے پر لاتی ہے لیکن بعض بدنصیب اور ازلی بدبخت ایسے بھی ہوں گے جن کو اس رات بھی رحمت سے نوازا نہیں جاتا۔ یہ ان کے مقدر کا کھیل ہے یا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر غضب الٰہی اس قدر ہو چکا ہے کہ وہ سیزن میں رحمت خداوندی کی بہاروں کے مزے نہیں لوٹ سکتے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور فرمایا آج کی رات شعبان کی پندرہویں رات ہے اس رات میں اللہ ربّ العزت قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار کے برابر دوزخ سے بندوں کو آزاد کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس رات مشرک کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی راستہ کاٹنے والوں یعنی چوروں، لٹیروں اور ڈاکوؤں کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ، شلوار، چادر لٹکانے والوں کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ماں باپ کے نافرمان کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ شراب پینے والے کی طرف دیکھتے ہیں۔ (بیہقی شریف)

آیئے ذرا ہم سب اپنے بارے میں غور کریں، سوچیں کہیں ہمارا شمار بھی ان چھ بدنصیب قسم کے لوگوں میں تو نہیں؟ اگر نہیں! تو یہ ہماری خوش نصیبی ہے ورنہ بہت ہی بڑی نقصان دہ اور بدبختی کی بات ہے اللہ بچائے۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ فیھا یفرق کل امر حکیم، اس رات بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام (پ ۲۵ دخان آیت ۴)

اس آیت مبارکہ کی رو سے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ سال بھر کے لئے انسانوں بلکہ تمام مخلوقات کی زندگی اور موت، تندرستی اور بیماری، خوشحالی اور تنگدستی کا مکمل بجٹ بنا لو اور پھر سال بھر اس کے مطابق امور کائنات انجام دو۔ لہٰذا! بعدازاں جتنے بھی کام سال بھر میں ہوتے ہیں وہ خداوند کریم کے اسی حکم کی تعمیل میں انجام پاتے ہیں ہر سال شعبان المعظم کی پندرہویں تاریخ کی رات ہی دراصل شب برات کہلاتی ہے، اس پندرہ شعبان کی شب کی دوسری فضلیت یہ ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر اپنی رحمت کی پوری وسعت سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں کہ آؤ میری//

بقیہ صفحہ 4 پر..........

www.khanqah.in

شادیوں میں اُسوۂ رسول ﷺ کی ضرورت

شاید ہی کوئی سلیم الفطرت شخص اس بات سے انکار کر سکے کہ ہمارے معاشرہ میں شادی بیاہ کی عظیم تقریب اب صرف ایک رسم رہ گئی ہے، نئے نئے رسوم رائج کر کے ایک طرف دولت وزر کی خوب نمائش کی جاتی ہے، تو دوسری طرف خدا اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کی سراسر خلاف ورزی کی جاتی ہے، اور اسکے نتائج اب اسطرح سامنے آرہے ہیں کہ موجودہ دَور میں اُسوۂ رسولؐ کے مطابق شادی کی تقریب ملت پر ایک بوجھ بن بیٹھی ہے، اگر ان روز افزوں رسوم ورواج کا جائزہ لیا جائے، تو یہ اکثر غیر اسلامی تہذیب سے میل کھارہی ہے، بلکہ تاریخ اسلام سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، حد تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اُمت میں اپنے آپ کو شمار کرنے کے باوجود ان سب سماجی اور معاشرتی بدعات کو اسلامی شعائر کے ساتھ منسوب کر کے انہیں باضابطہ جائز اور لازم قرار دیا جاتا ہے۔

ہمارا دین، دینِ فطرت ہے، لہٰذا اس نے فطرت کے عین مطابق اجتماعی عدل کے پیش نظر ان تمام مواقع پر چاہیے شادی بیاہ ہو یا غم، غرض ہر جگہ اور ہر موقعے پر اسلامی معاشرہ کی عدل پر مبنی رہنمائی فرمائی ہے، اور کسی بھی معیار کے خاندان کیلئے اسے ناقابل برداشت بوجھ نہیں بنایا۔

سب سے پہلے شادی بیاہ کا اصل مسئلہ نکاح کا ہوتا ہے، یہیں سے ہمیں مروجہ رسومات کے پیش نظر تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، وہ اس طرح کہ اس تقریب کا انعقاد دلہن کے گھر کے بجائے خدا کے گھر یعنی مسجد پاک میں ہونا چاہیے، تو یہی اُسوۂ رسول ﷺ ہے۔ جب تاجدارِ ختم نبوت حضرت محمد ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح ہوا تو خود سرورِ کائنات ﷺ نے اُنکا نکاح مسجد میں پڑھا۔ کیا ہم نعوذ باللہ عزت میں اُن سے بڑھ ہیں کہ مسجد کے بجائے گھر ہی میں نکاح پڑھیں اور اسے مسجد میں پڑھنے سے عار محسوس کریں گے؟؟!!!!

یہ بات قابل شرم ہے کہ مسلمان ہو کر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم نے آج مساجد کا عظیم مقام اس درجے تک گرایا ہے کہ وہاں نکاح پڑھوانے کو اپنی عزت کے منافی تصور کرتے ہیں!!۔ حالانکہ عیسائیوں نے (اسکے باوجود کہ ان کا اپنے مذہب سے نہ کوئی لگاؤ ہے نہ ہی کوئی سچا مذہب ہے) تاحال کلیسا (Church) کا درجہ اس قدر بلند رکھا ہے کہ شادی کے موقعے پر دولہا اور دلہن دونوں نکاح کے وقت وہاں حاضری دیتے ہیں، جبکہ شریعت نے پہلے ہی واضح کر کے رکھ دیا تھا کہ لڑکی کی طرف سے اسکا وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اجازت ہوتی ہے، اس طرح لڑکی کا خود مجلس نکاح میں موجود ہونا ضروری نہیں تو آخر اس کے گھر پر اس تقریب کا انعقاد کیوں ضروری سمجھ لیا گیا ہے؟!

یہ دونوں نقطے اس قدر قوی اور مؤثر ہیں کہ اگر ان کو عام کر دیا جائے تو سبھی اس نکاح کی تقریب کا انعقاد مسجد میں کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، مزید اس بارےمیں دو اہم باتیں قابل غور ہیں، اولاً نکاح کے بعد جو دُعائے خیر، دولہا و دولہن کیلئے کی جاتی ہے، اسکا بہترین ماحول مسجد میں ہوتا ہے، نہ کہ شادی والے گھر کے ہنگامہ خیز ناچ نغمے اور بگدڑ کی فضا میں، مسجد پاک میں کسی نماز کے بعد یہ تقریب منعقد کرنا اور اسکے بعد اس پاکیزہ ماحول میں نئے گھر کی آبادی اور خوشحالی اور دین وایمان کی سلامتی کے علاوہ باہمی اُلفت ومحبت کی دُعا مانگی جائے تو اُمید واثق ہے کہ اس کی تاثیر کم از کم دو چند ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ فضول اور غیر ضروری اخراجات کا خود بخود قلع قمع ہو جائے گا، جو شامیانوں، ڈیکوریشن اور رنگارنگ قسم کی آرائشوں کی صورت میں ہم نے لازم قرار دیئے ہیں، یہ رسم کسی نیک کام جیسے مدارس، مساجد محتاج اور مستحق افراد میں تقسیم کر کے اللہ کے ہاں اجر عظیم پایا جاسکتا ہے۔

ایسے ہی ولیمہ کے سلسلے میں اگرچہ کسی قسم کی ممانعت نہیں ہے لیکن اس میں ذرا سی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اسکو بھی عین سنت نبویؐ کے مطابق ہونا چاہیے، دعوت وطعام کا انتظام ولیمہ کے موقع پر سنت ہے، آنحضورؐ نے شادی کے ضمن میں (دعوتِ ولیمہ) کی ایک برائی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ دعوتِ ولیمہ بھی کیا ہی بُری دعوت ہے جس میں صاحب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور مسکینوں اور غریبوں کو بھلایا جاتا ہے۔

پس اگر نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کے بیاہ بھی دعوتِ وطعام کوئی اچھا کام ہوتا اور اس میں کوئی بھی خیر کا پہلو موجود ہوتا تو کیا اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اس کا حکم نہ دیتے؟ اور جب اس کا کوئی ذکر ہمیں کسی حدیث پاک میں نہیں ملتا تو کیا یہ ایک خواہ مخواہ کی بدعت نہیں؟ اور کیا یہ وہ رسم ورواج کی چیزیں نہیں جن کے بوجھ سے انسانوں کی گردنیں آزاد کرانا کارِ نبوت میں شامل ہے؟

یہ دو باتیں یعنی نکاح کی تقریب مسجد میں منعقد ہو اور اس موقع پر (یعنی لڑکی کے گھر رُخصتی کے وقت) دعوت وطعام کا پروگرام خارج کر کے اسکے بدلے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جائے تو اسے خود بخود بارات کا پورا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے، اور حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ ختم کئے جانے کے قابل ہی ہے۔

بارات کے لفظ کا تصور اسلام میں نہیں بلکہ یہ غیر اسلامی اور مغربی تہذیب کی دَین ہے، قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ بلکہ پورے جتنی اسلامی کتابیں ہیں اُن میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو لفظِ بارات پر صادق آتا ہو، بلکہ یہ سراسر غیر اسلامی ہے، جو ہمارے ذہنوں میں رچ بس ہوا ہے، کہ ایک جھتے کی صورت میں جمع ہو کر اور باقاعدہ چڑھائی "Invasion" کے انداز میں ڈھول باجے لیکر لڑکی والوں کے گھر جانا اور پھر لڑکی کا ڈولا لیکر فاتحانہ انداز سے لوٹنا خالص غیر اسلامی طریقہ ہے اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف ایک بڑی سازش ہے، جس کی ہر سطح پر بیخ کنی لازماً کی جانی چاہیے۔

بہرحال شادی بیاہ کے سلسلے میں یہ وہ ناپاک اور غیر اسلامی طریقے ہیں جو مل جل کر ایک وحدت بن گئی ہے، اور بہتر یہی ہے کہ تینوں کی جڑوں پر بیک وقت ضرب کاری لگائی جائے، ورنہ اگر کسی ایک کی بیخ کنی پر اکتفا کیا تو باقی دونوں فوراً اس تیسری نوع کو از سر نو زندہ کر لیں گے۔ علاوہ ازیں دیگر مناظر جیسے مردوں کیلئے مہندی رات، جہیز کا لین دین وغیرہ وغیرہ کا تصور بھی باطل ہے، اس سے بھی اجتناب لازمی ہے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو زندگی کے تمام معاملات میں دین مبین کے اصول وضوابط اور پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتائے ہوئے طریقے مدنظر رکھ کر اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔☆

ضروری گذارش!

جن قارئین کرام نے مبلغ کی ادائیگی کئی مہینوں سے نہیں کی، انہیں گزارش کی جاتی ہے کہ وہ براہِ کرم جلد از جلد ادائیگی کریں، اور ایجنٹ حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد ہفتہ وار مبلغ کے دفتر واقع کھانڈی پورہ کاترسو کولگام بذریعہ منی آرڈر یا از خود تشریف لاکر اپنی بقیہ ادائیگی ادا کریں۔

مدیر

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

تاریخی کالم

آلِ عبد مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چوتھے جدِ امجد عبد مناف بن قُصی تھے۔ عبد مناف کی اولاد میں درج ذیل ہستیوں نے شہر پائی۔

مُطّلِب: یہ عبد مناف کے چھ بیٹوں میں سب سے بڑے اور ہاشم کے بھائی تھے۔ مُطلِب نے شاہ حبش نجاشی کے ساتھ تجارتی معاہدہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنے بھتیجے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا شیبہ بن ہاشم کی پرورش کی تھی اور ان کے ہاں پرورش پانے کے باعث ہی شیبہ کا نام عبد المطّلب پڑا۔ جب مطلب 'شیبہ کو یثرب لائے'' اس وقت ان کی عمر سات آٹھ سال تھی اور جب عبد المطلب جوان ہوئے تو ان کے چچا مطلب تجارت کیلئے یمن گئے اور وہاں برومان کے علاقے میں انتقال کر گئے۔

عبد شمس: یہ ہاشم کے جڑواں بھائی تھے۔ عبد شمس اور ہاشم جب پیدا ہوئے تو ایک کی انگلی دوسرے کے پہلو سے جڑی ہوئی تھی جسے کاٹ کر الگ کیا گیا۔ عبد مناف کی اولاد میں سے دوسرے نمبر پر عبد شمس فوت ہوئے۔ ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور اَجیاد نامی جگہ پر دفن ہوئے۔

اُمیّہ: یہ عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے اور ہاشم کے بھتیجے تھے۔ یہ کثرتِ مال اور کثرت اولاد میں مشہور تھے۔ جب ہاشم کو سِقایہ اور رفادہ کے مناصب مل گئے تو اُمیہ نے شرف وعزت میں ہاشم کا مقابلہ کیا اور پھر ایک کاہن کے فیصلے پر دس سال کی اختیاری جلاوطنی کاٹنے شام چلے گئے اُمیہ سے اموی خاندان کا سلسلہ چلا۔

اُمیہ کے بارہ بیٹے تھے، عاص، ابوالعاص، عیص، ابوالعیص، عویص، ابوعمر، عمرو، سفیان، ابوسفیان، حرب، ابوحرب، عنبسہ۔ ان میں سے ابوالعاص کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ابن ابی العاص دامادِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔ جبکہ حرب کی اولاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان بن حرب نے خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنی اُمیہ کی بنیاد ڈالی اگرچہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ اور معاویہ ثانی بن یزید کے بعد خلافت مروان بن حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوگئی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مروان دونوں رشتے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا مجموعی عرصۂ خلافت 41ھ تا 61ھ رہا۔ اور مروان بن حکم اور اس کی اولاد کا عرصۂ خلافت 64ھ سے 132ھ تک تھا۔ مروان، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (24ھ تا 35ھ) میں ان کے کاتب (سیکرٹری) رہے۔ مروان کے جانشینوں میں عبد الملک بن مروان (65ھ تا 86ھ) اور ولید بن عبد الملک (86ھ تا 96ھ/705ء تا 715ء) نے بہت شہرت پائی۔

ابوطالب: یہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والد عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ شوّال 10 نبوی میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت تسلیم تو کی مگر اس کا اقرار نہ کیا۔ ابوطالب کا اصل نام عبد مناف تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ طالب جو حالتِ کفر میں 2ھ میں فوت ہوئے، جعفر، عقیل اور علی، یہ تینوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور دو بیٹیاں تھیں، ام ہانی (جن کا نام فاختہ یا ہند تھا) اور رجمانہ، یہ دونوں مسلمان ہوگئی تھیں۔

حمزہؓ: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ چچا آپ سے چار سال بڑے تھے، اور آپ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں نے ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ کا دودھ پیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے تین دن پہلے اسلام لائے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے، ان کے دو بیٹے عمارہ اور یعلی اور ایک بیٹی اَمامہ تھیں۔

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

21/جون 2013ء جمعۃ المبارک

وہ راہبر کی ہدایت، یہ راہ گذر کا فریب

کتاب، بلکہ کہنا چاہیے کہ کتابِ زندگی کا مشکل ترین باب یہی ہے، 75 سال کی زندگی کا خلاصہ تجربات میں کیا لکھا جائے اور کیا چھوڑا جائے؟ جی میں تو بے اختیار یہی آرہا ہے کہ داستانِ زندگی (آہ، کہ کتنی لذیذ، اور آہ کتنی تلخ، دونوں ایک ہی وقت میں) کل کی کل بغیر ایک حرف چھوڑے دہرا دی جائے...... داستانِ زندگی کے دہرانے میں لگتا ہے ایسا ہے کہ جیسے زندگی خود اپنے کو دہرا رہی ہے۔! سوچنے بیٹھیے تو اپنی زندگی قابل صد نفریں و مستحق ملامت، اور نہ سوچیے تو جان عزیز سے بڑھ کر عزیز، لذیذ کوئی شئے ممکن نہیں۔!

سب سے پہلی بات تو یہ خیال رکھنے کی ہے کہ طبعی تقاضا وشوق اور چیز ہے اور ہوس اور چیز، بہ قول حضرت اکبر الہ آبادی: ''کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں'' جو فرق کہنے اور بکنے میں ہے وہی طبعی تقاضے اور ہوس میں ہے: ع

وہ راہبر کی ہدایت، یہ رہ گزر کا فریب

طبعی تقاضوں کی تکمیل کی جاسکتی ہے، لیکن ہوس کی آگ بجھانے کیلئے کوئی حد و نہایت نہیں، ہوس رانی جتنی بھی کیجئے گا، طبیعت بجائے آسودہ ہونے کے حریص سے حریص تر ہوتی جائے گی۔ آگ بجھنے کے بجائے بھڑکتی ہی جائے گی، ضرر وزیاں صریح واقع ہوتا جائے گا، لیکن طبیعت کو اس کا احساس ہی سرے سے جاتا رہے گا...... نفس امارہ بڑا منطقی، بڑا فقیہ واقع ہوا ہے ہر نفس پرستی ہر ہوسنا کی اور اس سے پیدا ہونے والے ہر ضرر وزیاں کی کوئی نہ کوئی خوب صورت سی تاویل وتوجیہ ہر بار کرے گا اور ''ھل من مزید'' کے نعرے لگاتا ہوا آپ کو برابر مغالطہ میں مبتلا اور دھوکے میں الجھائے رہے گا! لازم ہے کہ ہر خواہش نفس پر حاکم طبیعت کو نہیں، عقل کو رکھئے اور عقل کی حاکمیت کا نفاذ بڑی سختی سے کرتے رہنے، ہیجان نفس کے وقت (عام اس سے کہ وہ ہیجان غصہ کا ہو، حب جاہ کا ہو، حرص مال کا ہو، شہوتِ جنسی کا ہو) عقل تک اندھی اور مغلوب ہو جاتی ہے! ایسے موقع پر دست گیری شریعت سے پایئے اور پناہ احکام خداوندی میں ڈھونڈیئے نفس کو بے لگام کسی حال میں نہ ہونے دیجئے، اس شورہ پشت گھوڑے سے آپ ذرا بھی غافل ہوئے اور اس نے آپ کو زمین پر دے پٹکا! غصہ اور شہوانیت، یہ نفس کے دو بے پناہ حربے ہیں، اور انسانیت کے دُشمن قاتل! اگر ان پر نوعمری ہی میں قابو پالیا گیا، انھیں عقل اور اس سے بڑھ کر شریعت کے تحت میں لے آیا گیا، جب تو خیر ہے، ورنہ نہیں۔

روپیہ کی محبت بھی بڑی بُری بلا ہے، سن کے ساتھ ساتھ گھٹتی نہیں، بلکہ حرص و ہوس عموماً بڑھ ہی جاتی ہے اور وجہ جواز میں ذہن نئی نئی ضرورتیں گڑھنا شروع کر دیتا ہے، ضرورت اس وقت سال پر شروع ہی سے قابو پالینے اور اپنے کو قناعت کا خوگر بنا لینے کی ہے، یہ جس نے نہ کیا، اسے تلخیاں قدم قدم پر پیش آتی رہیں گی، لیکن روپیہ کی محبت اور شے ہے اور اسکی قدر اور۔ روپیہ کی محبت تو بے شک ہرگز نہ پیدا ہونے پائے لیکن روپیہ کی قدر ضرور ہو، یہ نہ ہوا تو دوسرا مرض اسراف کا پیدا ہو کر رہے گا بخل و اسراف دونوں مرض ایک ہی درجہ کے ہیں اور دونوں بڑے سخت، ان کے حملے سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی واحد صورت یہ ہے کہ قلب کو ایک طرف حب مال سے خالی رکھا جائے اور دوسری طرف روپیہ کی ناقدری سے۔

جواھر القرآن

سورۂ اخلاص

مفتی محمد شفیع صاحب۔ قدس سرّہ العزیز

(اس کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کی صفات اور نسب بیان کیجئے اس پر یہ سورت نازل ہوئی، کذافی لدرلمثور باسانید متعدده)

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے (کمال ذات یہ ہے کہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور کمال صفات یہ کہ علم قدرت وغیرہ اسکے قدیم اور محیط ہیں اور) اللہ بے نیاز ہے (یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور اُس کے سب محتاج ہیں) اُس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اُس کی برابر کا ہے۔

شانِ نزول: ترمذی حاکم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا نسب پوچھا تھا اُن کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ دوسری بعض روایات میں یہ سوال یہود مدینہ کی طرف منسوب کیا ہے اسی لئے سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، حسن بصری، عطا، عکرمہ، جابر رضی اللہ عنہم نے اس کو مکی کہا ہے اور قتادہ، ضحاک وغیرہ نے مدنی، حضرت ابن عباسؓ کے دو قول منقول ہیں۔ (قرطبی)

بعض روایات میں ہے کہ مشرکین کے سوال میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کا بنا ہوا ہے سونا چاندی یا اور کچھ ان کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔

فضائل سورت: امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اس سورت (یعنی سورہ اخلاص) سے بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔ (ابن کثیر) ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ سب جمع ہو جاؤ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا جو جمع ہو سکتے تھے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ تشریف لائے اور قل ھو اللہ احد الخ کی قرأت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ مسلم فی صحیحہ) ابوداؤد، ترمذی نسائی نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لیا کرے تو اُس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر) امام احمد نے حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی تین سورتیں بتاتا ہوں کہ جو تورات، انجیل، زبور اور قرآن سب میں نازل ہوئی ہیں اور فرمایا کہ رات کو اُسوقت تک نہ سو جاؤ جب تک ان تینوں (معوذتین اور قل ھو اللہ احد) کو نہ پڑھ لو۔

حضرت عقبہ ابن عامرؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت سے میں نے کبھی ان کو نہیں چھوڑا۔ (ابن کثیر)

(باقی آئندہ شمارے میں)

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

بیمار پُرسی کے وقت مریض کیلئے دُعاء

۱۔ ''لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ'' (بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۱۵۱)

کوئی حرج نہیں یہ بیماری پاک کرنے والی ہے اگر اللہ نے چاہا۔

۲۔ ''اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ'' (ترمذی حدیث: ۲۰۸۳، ابوداؤد ۳۱۰۶)

میں سوال کرتا ہوں بڑی عظمت والے اللہ سے، جو عرش عظیم کا ربّ ہے کہ وہ شفاء عطا فرمائے تمہیں۔

(رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی ایسے مریض کی بیمار پُرسی کرے جس کی موت کا وقت نہ آپہنچا ہو اور سات دفعہ یہ دُعا پڑھے تو اسے عافیت مل جاتی ہے۔

بیمار پُرسی کی فضیلت

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پُرسی کیلئے جاتا ہے تو وہ بیٹھنے تک جنت کے میوؤں میں چلتا ہے، جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کیلئے دُعا کرتے ہیں اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اس کیلئے دُعا کرتے رہتے ہیں۔

(ترمذی حدیث: ۹۶۹، ۹۶۷، ابن ماجہ ۱۴۴۲، احمد: ۱/ ۸۱)

زندگی سے نا اُمید مریض کی دُعاء

۱۔ ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَارْحَمْنِىْ وَاَلْحِقْنِىْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى'' (بخاری حدیث: ۴۴۴۰)

اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پر رحم فرما اور ملادے مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ۔

www.khanqah.in

جب کوئی قوم انکارِ حق کی راہ پر پڑ جاتی ہے تو پھر.....!

شمشادا ظہر۔رعناواری سرینگر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وہ بری حالت ہے جسے اختیار کرکے یہ اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔اس کلام سے جو اللہ کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور انکار کرتے ہیں محض اس ضد پر کہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا نازل فرمایا اور اس حرکت سے وہ اللہ کے غضب بالائے غضب کے مستحق ہوئے۔اور ایسے منکرینِ حق کیلئے رسوائی کا عذاب ہے''۔قرآن مجید نے یہود کی اس باغیانہ روش کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ وہ صرف نسلی حق کو ماننے پر ہی تیار ہوتے ہیں اور وہ بھی آدھے پونے، پورے وہاں بھی نہیں اترتے، مسیح تو خون ان ہی کی نسل سے تھے۔تب بھی یہود نے انجیل کا انکار کردیا۔پھر کسی غیر یہودی کی زبان سے کلامِ الٰہی کو وہ سننا کیونکر گوارا کرسکتے تھے۔

ان کی یہ حرکت کسی مغالطے یا بھول کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہود اپنے تئیں نبوت اور کتاب کو صرف بنی اسرائیل کی نسل میں ہی دیکھنا چاہتے تھے اور یہ دولت بنی اسماعیل میں ان سے پوچھے بغیر بھیج دی گئی پھر کیا تھا۔بھڑک گئے۔یہودی قوم نبوت کو اپنا موروثی حق سمجھتی تھی اور ایک عرب کو اس کا مدعی پاکر حسد ورشک کی بنا پر اس سے پنجہ آزمائی کو تیار ہوگئی۔ مقابلے میں اللہ کے نبی سے یہ کیا جیت سکتے تھے؟ خدا کی طرف سے ایسی مار اُن یہود پر پڑی کہ تمام عالم میں یہ قوم تتر بتّر ہوگئی۔اپنی اجتماعی، سماجی اور وطنی زندگی کو ختم کرنے پر تیار ہوگئی۔دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر آمادہ رہی، مگر حق کے اقرار پر آمادہ نہ ہوسکی۔اور اتنی عظیم مشکلات کو بربنائے نسلی تعصّب سہنے کیلئے رضامندی ہوئی۔اس پر کچھ نہ کچھ اُن کو داد تو ضرور ملنی چاہیے تھی اس آیت میں بھی یہی مذکور ہے کہ بُری حالت پر جانے کو تیار ہوئے کہ جان چھوٹے اس کتاب سے اور اس نبی سے جو ہماری نسل کا نہیں، گو اس کی اصل سے باخبر کرنے کیلئے پورے حجاز میں اس کی آمد کی خبریں عوام میں پہنچانے کیلئے وعظ کی مجالس منعقد کرتے رہے اور آنے والے رسول کی میلاد کی محفلیں ان ہی کے دم سے آباد تھیں، لیکن جب آ گئے تو سب سے پہلے یہود نے ہی اس کا انکار کردیا، اس گناہ کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات میں انھیں دو دو غضب کا مستحق قرار دیا، خدا غریقِ رحمت کرے ہمارے قدیم مفسروں کو، فرماگئے کہ دو مرتبہ غضب بھی اپنے اندر ایک لطیف اندازِ بیان رکھتا ہے، ایک غضب تو مسیحؑ اور انجیل کے انکار کے سبب ہوا اور دوسرا غضب خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کے انکار پر۔مگر ایک لطیف نکتہ بھی ان آیات میں پوشیدہ ہے کہ محض نسل کی وجہ سے اصل کے انکاری ہوئے تو پھر اس اصل حق کا انکار ظالمو تم نے کیوں کیا؟ جو تمہاری نسل بنی اسرائیل میں عیسیٰؑ لے کر آئے تھے؟ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم انکارِ حق کی راہ پر پڑ جاتی ہے تو پھر کوئی سی بھی دلیل اسے راہِ حق پر لانے کیلئے کارگر نہیں ہوتی۔یہی روش نزول قرآن کے وقت یہود مدینہ کی تھی۔پورے حجاز میں ان ہی کی آواز پر عوام میں حضور کی آمد کا چرچا گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔ہم لکھ آئے ہیں کہ انہی کی بتائی ہوئی علامتوں سے انصارِ مدینہ نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہچان کر ایمان لانے میں سبقت کی اور یہود پھر آنے والے کی میلاد پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔مگر جب عرب میں صاحبِ قرآن کا اقتدار قائم ہوگیا اور آپ کی دعوت سے اب عرب ہی نہیں بلکہ ملکوں ملکوں میں قرآن کی آواز پہنچنے لگی۔ تو یہود کو آنے والے نبی کی میلاد پڑھنے کیلئے گنجائش نہیں رہی کہ حق کا انتظار بھی کرتے ہیں اور حق جب آجائے تو مخالفت کرتے ہیں، ایسے دور کے لوگوں کا مقام اہلِ ایمان کی وادیوں میں کب تک رہ سکتا تھا۔

بقیہ: ۱۴/شعبان کی رات..........

رحمت اور شفقت کو لوٹ لو۔آج تم معافی مانگو میں معاف کردوں گا تم رزق کی فراخی مانگو میں ظاہری وباطنی رزق میں فراخی کروں گا کیونکہ میری رحمت نے میرے جلال پر غلبہ پالیا ہے۔اس شب بندوں کو جاگ کر نوافل پڑھنے چاہئے۔قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے اور کثرت سے اپنے ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنی چاہئے اور آئندہ کیلئے نیک زندگی گذارنے کی توفیق بھی مانگنی چاہئے۔اکثر لوگ صبح کو روزہ بھی رکھتے ہیں یہ بھی سنتِ رسول (ﷺ) ہے۔شب بیداری کے بعد روزہ رکھنا یہ اللہ والوں کا وطیرہ ہے کیونکہ روزے سے انسانی نفس کو اللہ کی راہ میں سدھارنے کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ویسے بھی آنحضور (ﷺ) اس ماہ شعبان میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے۔متفق علیہ حدیث میں موجود ہے کہ آنحضور (ﷺ) رمضان کے علاوہ اس ماہ شعبان میں مسلسل نفلی روزے رکھتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ (ﷺ) پورے مہینے روزے ہی رکھتے جائیں گے مگر آپ (ﷺ) چند روز کیلئے یہ تسلسل توڑ دیتے تھے اسی وجہ سے اس ماہ شعبان کے روزوں کی حیثیت نفلی ہی رہی۔ورنہ بعض صحابہ کرامؓ آپ (ﷺ) کی بہت حد تک تقلید کرتے تھے جب کہ آپ (ﷺ) کو اپنی اُمت کی سہولت درکار تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے اسے آئندہ ماہ رمضان کے فرض روزوں کا عملی طور پر تربیتی ماہ ثابت کیا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں سرور کائنات (ﷺ) کا اس شب قبرستان جانا اور اپنے مرے ہوئے عزیزوں کی روح کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کرنا ثابت ہے۔لہٰذا ہمیں بھی آپ (ﷺ) کی تقلید اور اطاعت میں اس مغفرت کی شب میں قبرستانوں میں جاکر اپنے رشتے داروں کی مغفرت کیلئے قرآن خوانی کرنی چاہئے اور اس شب میں پوشیدہ راز کو ہمیں یوں پالینا چاہئے کہ ہر آئندہ شب برأت تک اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزاریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھیں تا کہ ہماری زندگی میں توازن ہو ہمیں چاہئے کہ اس شب میں آتش بازی اور فضول خرچی سے پرہیز کریں کیونکہ ایسے اسراف کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے ہمیں اپنے بچوں کو بھی خاص طور پر اس رات کی پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنا چاہئے تا کہ وہ آئندہ بہترین مسلمان ثابت ہوں۔اس رات کثرت سے استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد کرنا چاہئے۔اسی رات محکم احکام اُتارے جاتے ہیں، یہ توبہ اور عبادت کی قبولیت کی رات ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شب کی روحانی برکتوں سے نوازے اور ہماری مغفرت فرمائے آمین ثم آمین۔

کلامِ مجذوبؒ

وہ مستِ ناز آتا ہے ذرا ہوشیار ہوجانا
یہیں دیکھا گیا ہے بے پیئے سرشار ہوجانا
ہمار شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیال یار ہوجانا
تصورکی مرے گلکار یاں صیاد کیا جانے
قفس کا بھی گلوں کی یاد میں گلزار ہوجانا
لگاوٹ سے تری کیا دل کھلے معلوم ہے ہمکو
ذراسی بات میں کھینچ کر ترا تلوار ہوجانا
عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی
بس اسمیں ڈوب مرنا ہی ہے ایدل پار ہوجانا
نہیں درکار ہم کو پیئے جاتو ہی اے ساقی
ہمیں تو مست کرتا ہے ترا سرشار ہوجانا
خبر کیا تھی کہ اس انکار میں اقرار پنہاں ہے
مراغش کھاکے گرپڑنا کہ بس دیدار ہوجانا

علم نحو سیکھئے - 20

مولانا محمد طاہر قاسمی۔اُستاذ سواءالسبیل

سوال: اَسماءِ ستّہ کا مکبّرہ، موحّدہ، مضاف اور مُضاف ہونا یائے متکلم کے علاوہ کی طرف کیوں ضروری ہے؟

جواب: (۱) اَسماءِ ستّہ کا مکبّرہ ہونا اسلئے ضروری ہے کہ اگر یہ اَسماء مکبّرہ نہ ہوں بلکہ مصغرہ ہو یعنی تصغیر کے ساتھ مستعمل ہو تو پھر اُن کا اعراب اعراب بالحروف نہ ہوکر اعراب بالحرکت اعراب ہوگا، جیسے جآءَنِیْ اُخَیُّکَ، رَاَیْتُ اُخَیَّکَ، مَرَرْتُ بِاُخَیِّکَ۔

(۲) موحّدہ ہونا یعنی واحد ہونا، اسلئے ضروری ہے کہ تثنیہ اور جمع کی صورت میں تثنیہ اور جمع کا اعراب ہوگا، جیسے جَآءَ نِیْ ابَوَانِ، رَأَیْتُ ابَوَیْنِ، مَرَرْتُ بِاَبَوَیْنِ.

(۳) مضاف ہونا اسلئے ضروری ہے کہ مضاف نہ ہونے کی صورت میں اس کا اعراب اعراب الحرکت ہوگا۔جیسے جَآءَ نِیْ اَخٌ، رَأَیْتُ اَخاً، مَرَرْتُ بِاَخٍ

(۴) مضاف ہونا یائے متکلم کے علاوہ کی طرف: اسلئے ضروری ہے کہ اگر بجائے غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کے یائے متکلم کی طرف اضافت ہوجائے تو اس کا اعراب۔اعراب الحرکت تقدیری ہوگا۔جیسے جَآءَ نِیْ اَبِیْ. رَأَیْتُ اَبِیْ. مَرَرْتُ بِاَبِیْ

سوال: (۷) تثنیہ معنوی (۸) تثنیہ صوری۔اور (۹) تثنیہ حقیقی کا اعراب بتایئے؟

جواب: (۷) تثنیہ معنوی (۸) تثنیہ صوری۔اور (۹) تثنیہ حقیقی کا اعراب یہ ہے کہ حالتِ رفع میں الف، اور حالت نصب اور جر میں یاء ماقبل مفتوح اور نونِ مکسور کے ساتھ، حالت رفعی کی مثال: جَآءَنِیْ رَجُلَانِ وَکِلَاہُمَا اِثْنَانِ، حالتِ نصبی کی: رَاَیْتُ رَجُلَیْنِ وَکِلَیْہِمَا اِثْنَیْنِ اور حالتِ جرّی کی مثال: مَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ وَکِلَیْہِمَا اِثْنَیْنِ

سوال: تثنیہ معنوی، تثنیہ صوری اور تثنیہ حقیقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: تثنیہ معنوی وہ تثنیہ ہے جو لفظ کے اعتبار سے تثنیہ نہ ہو بلکہ معنیٰ کے اعتبار سے تثنیہ ہو، جیسے: کِلَا کِلْتَا

تثنیہ صوری وہ تثنیہ ہے جو لفظ کے اعتبار سے تثنیہ نہ ہو بلکہ صورت کے اعتبار سے تثنیہ ہو، جیسے: اِثْنَانِ اِثْنَتَانِ (رولیۃ النحو)

تثنیہ حقیقی: وہ تثنیہ ہے جو لفظ اور معنیٰ دونوں اعتبار سے تثنیہ ہو، جیسے رَجُلَانِ

سوال: (۱۰) جمع حقیقی (۱۱) جمع معنوی اور (۱۲) جمع صوری کا اعراب بتایئے؟

جواب: (۱۰) جمع حقیقی (۱۱) جمع معنوی اور (۱۲) جمع صوری کا اعراب یہ ہے کہ حالتِ رفع میں واوٗ ماقبل مضموم اور نونِ مفتوح کے ساتھ، اور حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مکسور اور نونِ مفتوح کے ساتھ۔جیسے: جآءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ امَالٍ وَعِشْرُوْنَ، رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَعِشْرِیْنَ

دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ
کے سالانہ جلسہ کی تاریخ مقرر

دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ یاری پورہ کولگام کا سالانہ مؤرخہ 25/اگست 2013 بروزِ اتوار منعقد کیا جائے گا۔پچھلے شمارے میں غلطی کی وجہ سے 25/اگست کے بجائے 26/اگست ہوا تھا جس کیلئے ہم معذرت چاہتے ہیں۔

منجانب: مہتمم وارا کین دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ یاری پورہ کولگام
فون نمبرات: 9419412644,7298746451,9858425196

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

مصافحہ دوہاتھ سے مسنون ہے

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

سوال: مصافحہ دوہاتھ سے مسنون ہے یا ایک ہاتھ سے؟ کچھ لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں ایک صحابیؓ فرماتے ہیں "وکان یدی بین یدیه صلی اللّٰہ علیه وسلم" میرا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، اس حدیث میں صحابی اپنے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا بیان کرتے ہیں، اب کیا نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے یا کہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیے؟

شہنواز احمد فاروقی۔ جواہر نگر سرینگر

جواب:۔ وبالله التوفیق۔ مصافحہ دوہاتھ سے مسنون ہے اور غیر مقلدین جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے دوہاتھ سے مصافحہ فرمایا تب ہی تو صحابیؓ کا ہاتھ حضورِ اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگیا اور صحابیؓ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ہو، یہ حدیث اس بارے میں قطعی نہیں ہے اسلئے کہ جب دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہوگا تو لامحالہ ایک ہاتھ دوہاتھوں کے درمیان ہوگا اور یہاں صحابیؓ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنی سعادتمندی بیان فرمارہے ہیں یہ بتلانا مقصود نہیں ہے کہ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور صحابہؓ سے یہ تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ تو مصافحہ کیلئے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور صحابی ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نقل فرمایا ہے اور اس کے بعد اسی اثر سے مصافحہ کے دوہاتھ سے ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت حمادؒ کا عمل بھی پیش کیا ہے کہ انھوں نے محدث کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دوہاتھ سے مصافحہ فرمایا، اگر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہوتا تو یہ حضرات محدثین ضرور اس پر نکیر فرماتے۔

ملاحظہ ہو امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "باب المصافحة ۔قال ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه علّمنی رسول اللّٰہ ﷺ التشهد و کفّی بین کفّیه" "حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے تشہد کی تعلیم فرمائی اس حالت میں کہ میرا ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا (خیال رہے کہ یہ تعلیم کا موقعہ ہے جس طرح بیعت کے وقت ہوتا ہے) اس کے بعد امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے باب الاخذ بالیدین (دوہاتھ سے مصافحہ کرنا) اور اس کے ثبوت میں ابن مسعودؓ کا یہی اثر اور حضرت حمادؒ کا عمل پیش کیا ہے، فرماتے ہیں: باب الاخذ بالیدین۔ وصافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه حدثنا ابونعیم قال حدثنا سیف بن سلیمان قال سمعتُ مجاهدًا یقول حدثنی عبداللّٰہ بن مخبرة ابومعمر قال سمعتُ ابن مسعود یقول علّمنی لنبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم و کفی بین کفیه التشهدَ کمایُعلّمنی السورة" (بخاری شریف ج۲/ ۶۲۹)

امام بخاریؒ کے اس طرز سے بیّن طور پر ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہو شامی میں ہے "والسّنة ان تکون بکلتا یدیهٖ" (درمختار والشامی ج۵/ ۳۴۳) مجالس الابرار میں ہے: "والسّنة فیها ان تکون بکلتا الیدین" مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔ (مجالس الابرار ص ۸۹۲ مجلس ۵۰) ابوالحسنات علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: "یعنی تمام فقہاء دوہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں مجالس الابرار میں ہے والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، انتہی، درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے، حضرت ابوامامہ سے روایت ہے قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا تصافح المسلمان...... الخ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دوہاتھ سے ہونا چاہیے اسلئے کہ اگر ایک ہاتھ سے ہوتا تو حدیث میں لفظ اکفهما (اکُفّ، کَفّ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں "ہاتھوں") کی جگہ "کفاهما" ہوتا اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو "باب الاخذ بالیدین" میں ہے وہ صافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه، حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروّج تھا، اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر جو بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھ کو نبی کریم ﷺ نے سورتِ قرآن کی تعلیم کی طرح تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا بلکہ یہ تعلیم کیلئے تھا کیونکہ اپنے چھوٹوں کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں اور اگر اس مصافحہ کو ملاقات کا تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں سے ہورہا ہے اور ابن مسعودؓ کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہونے کا امکان ہے کیونکہ لفظ کف واحد کیلئے نہیں بلکہ جنس کے معنی میں ہے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے تو اس صورت میں لفظ ید ایک اور دوہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا اور اکثر مقامات میں دوید کے موقع پر لفظ ید آیا ہے اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں بلکہ وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو یا دوہاتھ سے البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہاء کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہاء کے اقوال پر عمل کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

محمد عبدالحیؒ ابوالحسنات (مجموعہ فتاوی قدیم ج ۲/ ۲۵۱ کتاب العلم مطبع یوسفی لکھنو) (مطبع یوسفی جدید ج۱/ ۷۶۔۸۶ کتاب العلم) (مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی اردو مُبَوّب ص ۱۱۷ مطبوعہ پاکستان) اس حدیث کے متعلق محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ "تذکرۃ الخلیل" میں ہے۔ "ایک بار آپ ٹونک تشریف لے گئے، چند اہل حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا حضرت نے حسب عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح ہونا چاہیے وہ بولے حدیث میں ہے، صحابی کہتے ہیں۔ وکان یدی فی یدیه ﷺ "میرا ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھا، آپ نے بیساختہ فرمایا پھر متبع سنتِ (نبوی) ہم ہوئے یا تم؟ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۴) لہٰذا مصافحہ دوہاتھ سے ہی مسنون ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: آج کل اکثر جگہوں پر مسلمان لوگ بھی ایسے پیشاب خانے بناتے ہیں کہ ایک مسلمان کو مجبوراً کھڑا ہوکر پیشاب کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مغربی طرز کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء میں فراغت کرنا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

محمد شریف خان۔ سعد پورہ سرینگر

جواب: وبالله التوفیق۔ اس میں شک نہیں کہ آجکل کچھ اس نوعیت کے پیشاب خانے بن رہے ہیں جن میں بہرحال آدمی کو کھڑے ہوکر ہی پیشاب کرنا پڑتا ہے۔ یہی حال بیت الخلاء کا بھی ہے۔ اس کی ہئیت ایسی ہوتی ہے کہ کرسیوں پر بیٹھنے کی طرح آدمی بیٹھے اور اپنی ضرورت کی تکمیل کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی شریف عن عائشة و عمر باب النهی عن البول قائما)

اسی طرح اس انداز سے بیٹھ کر پائخانہ کرنا آپ ﷺ اور سلف کے طریقہ کے خلاف ہے۔ حضرت سراقہ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح قضاحاجت کیلئے کہا ہے کہ کسی قدر بائیں پاؤں پر سہارا کے کر بیٹھا جائے۔ علمنا رسول اللّٰہ ﷺ اذا اتینا الخلاء ان نتو کا علی الیسری (التلخیص الجیر علی الرافیع معن المجموع) لئے ظاہر ہے کہ یہ صورتیں مسنون طریقہ کے خلاف ہیں بالخصوص پیشاب خانہ کی مذکورہ وضع کیونکہ بلاعذر کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو فقہائے نے مکروہ قرار دیا ہے: و یکره ان یبول قائما...... من غیر عذر فان کان بعذر فلا بأس (الفتاوی الندیه ۱/ ۵۰) ہاں عذر کی بناء پر کھڑے ہوکر بھی پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ جہاں بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ملوث ہونے اور چھینٹیں پڑنے کا اندیشہ تھا وہاں خود آپ ﷺ نے بھی کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا ہے (ابوداؤد شریف عن حذیفه باب البول قائما)

یہ تو ایک قانونی اور فقہی بحث تھی۔۔۔ مگر اس کا گہرا تعلق ہمارے دینی سانچے سے ہے۔ مغربی تہذیب سے ہم کچھ اس قدر مرعوب ہوچکے ہیں کہ وہاں سے جو کچھ آئے خواہ وہ بدتہذیبی اور ناشائستگی میں کسی بھی درجہ کی بات ہو اور کتنی بھی غیر انسانی ہو ہم اسے ایک نعمتِ غیر مترقبہ اور "گہرنایاب" سمجھ کر اپنی معاشرت میں جگہ دے دیتے ہیں۔ یہ بھی اسی کا ایک نمونہ ہے۔ طبی اور طبعی ہردو لحاظ سے پیشاب و پاخانے سے فراغت کے لئے جس ہئیت میں بیٹھنا ہمارے یہاں رائج ہے وہ زیادہ مناسب اور فطری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (آپکے مسائل اور اُن کا حل۔ مولانا لدھیانویؒ)

ہر آنکھ ہے سوالی، اسٹیج خالی خالی
میرا حیدری کہاں ہے؟ میرا حیدری کہاں ہے؟
علمائے تڑپ رہے ہیں، تیری راہ تک رہے ہیں
عالم دھواں دھواں ہے، میرا حیدری کہاں ہے؟
ہر آنکھ ہے سوالی، اسٹیج خالی خالی
کچھ دن قبل یہاں پر اسٹیج سج رہا تھا
وہ کہاں ہے شیر میرا جو یہاں گرج رہا تھا
اُسے ڈھونڈ لاؤ یارو، مغموم سوگوارو
دل بہت پریشان ہے، میرا حیدری کہاں ہے؟
وہ خیرپل سے اُٹھا دُنیا لتاڑ ڈالی
کالے کے رخ سے اُس نے چادر اُتار ڈالی
تیرے نام کو سلامی، کرتے ہیں ہم تمامی
سنّیت کا اعلان ہے، میرا حیدری کہاں ہے؟
اصحابؓ کے دفاع میں، جان تک لٹا گیا تو
ہو کے لہو میں لت پت، جنت چلا گیا تو
اُمی عائشہؓ کے پرچم، اے ترجمانِ دیوبند
ربّ تجھ پر مہربان ہے، میرا حیدری کہاں ہے؟

نوٹ: اس شمارے میں شاملِ اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

عورتوں کا کالم

معاشرے میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ ہر بات میں مرد کو ہی قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے اور خواتین اپنے اوپر مظلومیت طاری کیے رہتی ہیں۔ آج کل چوں کہ تعلیم پہلے کے مقابلے میں زیادہ حاصل کر رہی ہیں، ٹی وی اور انٹرنیٹ کے حوالے سے ساری دُنیا کی پل پل کی خبریں میسر ہیں، تو آج کی عورت کو بھی خاص طور پر اپنی تعلیم کو تعمیری سوچ، عقل مندی اور روشن خیالی سے استعمال کرنا چاہیے۔ مرد بھی انسان ہی ہے خواتین کو شاید یہ معلوم نہیں کہ ایک مرد صبح سے لیکر شام تک کتنے دھکے کھا کر گرم سرد موسم اور دیگر چیلنجز کا مقابلہ کر کے پیسے کماتا ہے، پیسے کمانا دُنیا کا سب سے مشکل کام ہے، مرد کے لئے آخری سکون کی جگہ اس کا گھر، بیوی اور بچے ہی ہوتے ہیں، عورتیں کم از کم گھر کی چھت کے نیچے ہی کام کرتی ہیں اور ملازم بھی رکھتی ہیں، مرد اُن کے سر پر سایہ ہے اور اُس کی محبت اور توجہ سے وہ اپنے آرام اور آسائش کو پورا کرتی ہیں، تو کیا مرد کا حق نہیں ہے کہ جب وہ گھر میں داخل ہو تو اسے مسکراتی ہوئی بیوی، بچے اور ایک پُرسکون ماحول ملے۔ جب کہ دوسری طرف ناسمجھ عورتیں بغیر یہ سوچے کہ شوہر کتنا تھک کر آیا ہے، شکایات کی لمبی فہرست لے کر بیٹھ جاتی ہیں اور مزید یہ کہ شوہر ہی کی ماں اور بہنوں کی برائیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہیں بیچ میں آخر مرد ہی پھنستا ہے جو اپنی ماں اور بہن کا خیال رکھے گا، وہی آپ کا بھی رکھے گا عورتیں یہ نہیں سوچتیں کہ اگر وہ اپنے شوہر کو ماں اور بہن سے الگ کرواسکتی ہیں تو وہی مرد خود اُن کو بھی الگ کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔ ساس کو ماں کا درجہ دینا، اُن کا خیال اپنی ماں کی طرح رکھنا، اُن کی چھوٹی موٹی بات کو نظر انداز کرنا، عقل مندی نہیں تو اور کیا ہے، بدلے میں وہ خاتون یعنی ساس بھی آپ سے اتنا ہی پیار کریگی جتنا کہ وہ اپنی بیٹی سے کرتی ہے، سسرال کی چھوٹی سے چھوٹی بات کی خبر فون پر فوراً میکے پہنچادینا اور وہاں سے ڈکٹیشن لینا غلط نہیں تو اور کیا ہے، کیا چھوٹے موٹے جھگڑے لڑکی کے اپنے والدین کے گھر میں نہیں ہوتے، کیا اس کے اپنے بہن بھائیوں سے لڑائی نہیں ہوتی، اپنی چادر سے باہر پیر پھیلانا، غیر ضروری فرمائش کرنا، آخر کار وہ بے چارا مجبور ہو کر ہر جائز اور ناجائز کام کرتا ہے اور بیوی بچوں کی فرمائش پوری کرتا ہے، عورت کو عام طور پر یہ شکایت رہتی ہے کہ مرد گالی دیتے ہیں، یا مارتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ عورت خود ہی مرد سے گالی کھاتی ہے اور خود ہی مار بھی، جب بھی مرد غصّے میں ہو، عورت خاموش ہو جائے یا سامنے سے ہٹ جائے، اس کو یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہیں گالی دے یا مارے کیوں کہ اگر ایک دفعہ گالی دے گا تو وہ ہمیشہ دے گا اور جو ایک دفعہ بیوی پر ہاتھ اُٹھائیگا وہ پھر ہمیشہ ہاتھ اُٹھائے گا، اگر عورت خاموشی سے سامنے سے ہٹ جائے تو وہی مرد غصّہ ٹھنڈا ہونے پر اُس کی عزت کریگا اور اُس کی خاموشی کی قدر کریگا، آج کل حقوق نسواں کے نعرے کے تحت عورتوں کو یہ سکھایا جارہا ہے کہ وہ اپنے حقوق طلب کریں، چپ نہ رہیں، اسی سے طلاق اور علیحدگی کی شرح بڑھ رہی ہے، پڑھی لکھی عورت اپنے پیسے کا ایسا رُعب جماتی ہے کہ مرد کی انا مجروح ہوتی ہے حالانکہ وہ پیسہ اپنی ذات یا اپنے بچوں پر ہی خرچ کرتی ہے تو پھر احسان کس بات کا؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر گذارہ کرنا ہے تو مرد کی جتنی بھی آمدنی ہے اسی میں قناعت کریں، مگر آج کی عورت پڑھی لکھی ہے اور وہ اپنی تعلیم سے فائدہ اُٹھانا چاہتی ہے تب بھی یہ ہرگز مناسب نہیں کہ مرد اپنی تعلیم اور پیسے کا رُعب جمائے۔ منفی اندازِ فکر، بات بات پر نوک جھونک، ہر وقت اپنے میکے کی بڑائی بیان کرنا، کیسے کسی مرد کو سکون دے سکتا ہے؟ اپنے شوہر کی پریشانیوں کو شیئر کریں، ہر ہر قدم پر اُس کی حوصلہ افزائی کریں، اس کی ہر بات کو غور سے سنیں، اور اُس میں دلچسپی لیں کیوں کہ اگر وہ دماغی اور جسمانی لحاظ سے صحت مند ہے تو آپ اور آپ کا پورا گھر مطمئن ہے۔

شوہر کو پریشان یا تنگ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ نے اپنے آپ کو مشکل میں ڈال لیا، اُس کیلئے آسانیاں پیدا کریں، اس سے گھریلو جھگڑے کرنے سے بہتر ہے کہ اُس کی پسند کی باتیں کریں، دنیا میں کیا ہو رہا ہے، کیسی ترقی ہو رہی ہے، ایسا نکتہ ڈھونڈیں جس پر بات کر کے وہ خوش ہو۔

حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک!

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

یہ بات تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اس وقت بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی ہوا اُکھڑ چکی ہے، نہ اُن کی کہیں عزّت وعظمت ہے نہ رعب ودبدبہ، دُنیا کا کوئی ملک ان سے نہیں ڈرتا اور وہ ہر کسی سے ڈرتے ہیں، عالمی سطح پر اُن کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، اُن کو ایک کمزور اُمت تصور کیا جاتا ہے، حد تو یہ ہے کہ ان کے محبوب رہبر ورہنما اور کائنات کے سردار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تمسخر کیا جارہا ہے، ازواج مطہرات کی بے حرمتی کی جارہی ہے، اسلام کے پہلے جانثاروں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف کتابیں لکھی جارہی ہیں، یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ اقوامِ عالم میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ اور وقار ختم ہو چکا ہے۔

جس مسلمان سے کبھی قیصر وکسریٰ جیسی سپر طاقتیں لرزہ براندام تھیں آج اس سے اسرائیل جیسا ملک بھی نہیں ڈرتا۔

مسلمانوں کو کمزور اور ذلیل کرنے والے جو مختلف اسباب ہیں ان میں سے سب سے بڑا سبب مسلمانوں کا باہمی جدل ونزاع، اور اختلاف وافتراق ہے، مسلمان اُمت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں، فرقوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینچ کی مسجد الگ بنانے کی فکر میں ہے، کفر کے فتوے لگ رہے ہیں، ایک دوسرے کو ختم کرنے کی کوششیں جارہی ہیں، مسلمان کا خون مسلمان بہارہا ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ یہ وہ اُمت ہے جس کو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلسل محنت اور تربیت کے بعد باہم شیر وشکر بنادیا تھا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف علاقوں کے رہنے والے تھے، مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے، اُن کی زبان اور رنگ بھی مختلف تھے، مگر انہوں نے زبان، نسل اور قومیت کے تمام امتیازات مٹادیئے تھے اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہتے تھے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، صہیب رومی رضی اللہ عنہ تھے، عداس نینوائی رضی اللہ عنہ تھے، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے، طفیل دوسی رضی اللہ عنہ تھے، ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے، عدی طائی رضی اللہ عنہ تھے، ضماد ازدی تھے، سراقہ جعشمی تھے مگر جو بھی تھے بھائی بھائی تھے اور بھائی بھی ایسے کہ ''انّما المؤمنون اخوۃ'' کی عملی تفسیر نظر آتے تھے، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے تھے، خود پیاسے رہ کر دوسروں کو سیراب کرتے تھے بلکہ حد تو یہ ہے کہ پیاس کی وجہ سے جان سے گزرنا تو گوارہ کر لیتے تھے مگر دوسرے بھائی کو پیاسا دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

جب تک مسلمانوں میں اخوت ومحبت اور اتفاق واتحاد کا یہ رشتہ برقرار رہا وہ ساری دُنیا پر چھائے رہے اور جب سے انہوں نے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کو گرانے کا عمل شروع کیا ہے وہ اقوامِ عالم میں ذلیل وخوار ہوتے جارہے ہیں۔

افرادی اعتبار سے دیکھئے تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے بھی زائد ہے، وسائل کے اعتبار سے دیکھئے تو پیٹرول جیسے سیال سونے کے کنویں زیادہ تر مسلمانوں کے قبضے میں ہیں، معدنیات کے ذخائر اور کانیں بھی اسلامی مما لک میں زیادہ ہیں، مالی اعتبار سے نظر ڈالیں تو اکثر اقوامِ عالم میں سے مسلمان قوم زیادہ مالدار ہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان کمزور اور مغلوب ہیں، آخر کیوں؟

اسکی بڑی وجہ ایمانی کمزوری اور آپس کی لڑائی جھگڑے ہیں۔ پہلے مسلمانوں کے پاس سونے چاندی کی دولت نہیں تھی بلکہ ایمان کی دولت تھی، اُن کے پاس پیٹرول اور معدنیات کے ذخائر نہیں تھے البتہ اللہ کی ذات پر یقین اور اعتماد کا عظیم ذخیرہ ان کے پاس تھا۔

ان کے پاس جدید اسلحہ اور ساز وسامان کی طاقت نہیں تھی لیکن آپس کے اتحاد واتفاق اور یکجہتی کی قوّت ان کے پاس تھی۔

وہ نہتے تین سو تیرہ تھے مگر انہوں نے ایک ہزار کے مسلح اور تجربہ کار لشکر کو شکست دے دی اور ایسا بھی ہوا کہ تین ہزار کے لشکر نے دو لاکھ کو شکست دے دی۔

مگر مسلمانو! تمہیں اپنی تاریخ پر ناز ہونا چاہیے اور عبرت بھی حاصل کرنی چاہیے کہ جب تمہارے اکابر نے حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں شام کے میدانوں میں دولاکھ رومیوں کو ان کے اپنے گھر میں جاکر شکستِ فاش دی۔

غفلت کی نیند سے جاگیے اور یاد رکھیے کہ آج ہماری کمزوری کی وجہ ساز وسامان کی کمی نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ توپ وتفنگ اور گولہ بارود کا فقدان نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ تربیت یافتہ فوجوں کی قلّت نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا عدم حصول نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ مال ودولت اور سیم وزَر کی قلّت نہیں۔ بلکہ ہماری کمزوری کی وجہ ایمان ویقین اور یکجہتی کا فُقدان ہے۔ کفر کی بڑی بڑی طاقتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اُن کے ساز وسامان اور اسلحہ کی وجہ سے نہیں ڈرتی تھیں بلکہ اُن کے یقینِ محکم اور بے مثال یکجہتی کی وجہ سے ڈرتی تھیں۔

جب مسلمانوں میں یہ چیز باقی نہ رہی تو اُن کا رُعب اور دبدبہ بھی باقی نہ رہا۔ حیرت کی بات ہے کہ ہمارا قبلہ ایک ہے، اللہ ایک ہے، نبی ایکہے، کتاب ایک ہے، دین ایک ہے، لیکن ہم ایک نہیں!!!

حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات ہوتی، ہوتے جو مسلمان ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

☆☆☆☆☆

SIR COMPUTERS & WORLD COMMUNICATION

Deals with:
HP/Compaq, Epson, Fujifilm, Intex, Beetel, ProDot, Digisol, Odyssey, Aoc, Canon

Dangerpora Near Masjid Shareef
Islamabad Kashmir
Contact No's: 9419412525,
E-mail: sircomputers@ymail.com

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے............

☆اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے۔

☆اس کا مال بلا اجازت خرچ نہ کرے۔

☆اس کے اقارب سے سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم سمجھ کر ادب و تعظیم سے پیش آئے۔

حاکم کے حقوق: حاکم ومحکوم کے حقوق میں حاکم میں بادشاہ ونائب بادشاہ اور آقا وغیرہ اور محکوم میں رعیت اور نوکر وغیرہ سب داخل ہیں اور جہاں مالک ومملوک ہوں وہ بھی داخل ہوجائیں گے۔حاکم کے ذمہ پر یہ حقوق ہیں:

محکوم پر دشوار احکام نہ جاری کرے☆ اگر باہم محکومین میں کوئی منازعت ہوجائے عدل کی رعایت کرے، کسی جانب میلان نہ کرے☆ ہر طرح اُن کی حفاظت وآرام رسانی کی فکر میں رہے، دادخواہوں کو اپنے پاس پہنچنے کے لئے آسان طریقہ مقرر کرے☆ اگر اپنی شان میں اس سے کوئی کوتاہی یا خطا ہوجائے کثرت سے معاف کردیا کرے۔

محکوم کے حقوق: حاکم کی خیر خواہی واطاعت کرے۔البتہ خلافِ شرع اَمر میں اطاعت نہیں۔

☆اگر حاکم سے کوئی امر خلافِ طبع پیش آئے صبر کرے، شکایت و بددعا نہ کرے البتہ اس کی نرم مزاجی کے لئے دعا کرے اور خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اہتمام کرے کہ اللہ تعالیٰ حکام کے دل کو نرم کردیں۔ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے۔

☆ اگر حاکم سے آرام پہنچے اس کے ساتھ احسان کی شکر گزاری کرے۔

☆ براہِ نفسانیت اس سے سرکشی نہ کرے اور جہاں غلام پائے جاتے ہوں غلاموں کا نان نفقہ بھی واجب ہے اور غلام کو اس کی خدمت چھوڑ کر بھاگنا حرام ہے ، باقی محکومین آزاد ہیں، دائرہ حکومت میں رہنے تک حقوق ہونگے اور خارج ہونے کے بعد ہر وقت مختار ہیں۔

سسرالی عزیزوں کے حقوق: قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ کو بھی ذکر فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ساس، سسر اور سالے و بہنوئی اور داماد اور بہو اور ربیب یعنی بیوی کی پہلی اولاد کا بھی حق کسی قدر ہوتا ہے اس لئے ان تعلقات میں بھی رعایت احسان و اخلاق کے کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

عام مسلمانوں کے حقوق: علاوہ اہلِ قرابت کے اجنبی مسلمانوں کے بھی حقوق ہیں۔اصبہانی نے ترغیب وترہیت میں بروایتِ حضرت علیؓ یہ حقوق نقل کئے ہیں: بھائی مسلمان کی لغزش کو معاف کردے۔

☆ اس کے رونے پر رحم کرے۔☆ ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔☆ اس کے عیب کو ڈھانکے۔☆ اس کے عذر کو قبول کرے۔☆ اس کی تکلیف کو دور کرے☆ اس کی حفاظت ومحبت کرے۔☆ اس کے ذمہ کی رعایت کرے۔☆ بیمار ہو تو عیادت کرے۔☆ مرجائے تو جنازے پر حاضر ہو۔☆ اس کی دعوت قبول کرے۔☆ اس کا ہدیہ قبول کرے☆ اس کے احسان کے مکافات کرے☆ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے☆ موقع پر اُس کی نصرت کرے☆ اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے☆ اس کی حاجت روائی کرے☆ اس کی درخواست کو سُنے ☆ اس کی سفارش قبول کرے☆ اسکی مراد سے نا اُمید نہ کرے☆ وہ چھینک کر الحمدللہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے۔(جاری)

دارالعلوم سواءالسبیل آپ کی خدمت..........؟

دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام جومحتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحرِ علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواءالسبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔نور اللہ مرقدہٗ

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کردیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے، کیسی بے جابات ہے؟ اسی طرح جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے، پُرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نمازمیں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل، اسکول وکالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے، غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اُڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں، دُنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا، اَفسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دُنیا میں رہیں گے۔ ''یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ''، عورت کو چاہے پاک دامن رہے، عزّت وعصمت محفوظ رہے، نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لیکر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کو عفت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے۔آج کے دَور میں یہی چیزیں ناپید ہورہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم وحیا کو عیب سمجھتی ہیں کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں، جو چیزیں خلافِ عصمت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں، پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں پڑی ملتی ہے، سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں، آخر ان کے ذہن بھی تو دُشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ نے مسموم کردیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلاکر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کردیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ ''فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْ ظَلَمُوا ای مُنقلب یَّنْقَلِبُوْن'' عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْض'' مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ'' اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے، اولاد کی پرورش خانگی امور مرد وعورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت زیادہ دی ہے، وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے، حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے، اِلَّا ماشآء اللہ۔ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے، جو سردار ہے اُس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہوجاتا ہے دَور حاضر کی فیشنیبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں بلکہ فرینڈ کہو۔بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کرکے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے، اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔دوستی میں ایجاب وقبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہولیے، یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا۔زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 22 | 21 June 2013 | Friday

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 22-06-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinagar

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

دِین نام ہے حقوق کی ادائیگی کا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ

اللہ تعالیٰ کے حقوق: سب سے اوّل بندہ کے ذمہ اللہ جلّ شانہٗ کا حق ہے جس نے طرح طرح کی نعمتیں ایجاد و ابقاء کی عنایت فرمائیں، گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے۔ ہدایت پر عمل کرنے کے صلہ میں طرح طرح کی نعمتوں کی اُمید دلائی، اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں کے ذمہ یہ ہیں:

☆ذات وصفات کے متعلق موافق قرآن وحدیث کے اپنا اعتقاد رکھے۔

☆عقائد واعمال ومعاملات واخلاق میں جوان کی مرضی کے موافق ہو اختیار کرے اور جوان کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اُس کو ترک کرے۔

☆اللہ تعالیٰ کی رضا ومحبت کو سب کی رضا ومحبت پر مقدم رکھے۔

☆جس سے محبت یا بغض رکھے یا کسی کے ساتھ احسان یا دریغ کرے سب اللہ کے واسطے کرے۔

پیغمبروں کے حقوق: چونکہ ذات وصفات ومرضیات و نامرضیات الٰہی کی شناخت ہم لوگوں کو بتوسط حضرات انبیاء علیہم السّلام کے ہوئی اور ان کے پاس ملائکہ وحی لائے اس طرح بہت سے دنیوی منافع ومضار بذریعہ انبیاء علیہم السّلام کے دریافت ہوئے اور بہت سے ملائکہ ہمارے فائدوں کے کاموں پر متعین ہیں اور باذنِ الٰہی ان کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے حضرات انبیاء علیہم السّلام وحضرات ملائکہ علیہم السّلام کا حق حق تعالیٰ کے حق میں داخل ہوگیا۔ بالخصوص سرور عالم ﷺ کا احسان سب سے زائد ہم پر ہیں اس لئے آپ ﷺ کا حق بھی سب سے زائد ہے۔ وہ چند حقوق یہ ہیں: آپ ﷺ کی رسالت کا اعتقاد رکھے۔

☆تمام احکام میں آپ ﷺ کی اطاعت کرے۔

☆آپ ﷺ کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے۔

☆اور آپ ﷺ پر صلوٰت پڑھا کرے۔

حضرات ملائکہؑ کے یہ حقوق ہیں:

☆ان کے وجود کا اعتقاد رکھے۔

☆ان کو گناہوں سے پاک سمجھے۔

☆جب اِن کا نام آئے "علیہ السلام" کہے۔

☆مسجد میں بدبودار چیزیں کھا کر جانے سے یا مسجد میں ریح صادر کرنے سے ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے، اس سے احتیاط کرے اور بھی جن اُمور سے ملائکہ کو تکلیف وتنفر ہو ان سے احترازلازم سمجھے مثلاً تصویر رکھنا یا بلا ضرورتِ شرعی کتا پالنا یا جھوٹ بولنا یا جنابت میں براہِ سستی پڑا رہنا کہ نماز بھی برباد ہوجائے یا بلا ضرورت شرعی یا طبعی برہنہ رہنا گو خلوت میں ہو۔

صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے حقوق:

حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کو چونکہ حضور سرور عالم ﷺ کے ساتھ دینی ودنیوی دونوں طرح کا تعلق ہے اس لئے آپ کے حق میں ان حضرات کے حقوق بھی داخل ہوگئے اور وہ یہ ہیں:

☆اِن حضرات کی اطاعت کرے۔

☆ان حضرات سے محبت رکھے۔

☆ان کے عادل ہونے کا اعتقاد رکھے۔

☆انکے محبین سے محبت رکھے اور مبغضین سے بغض رکھے۔

علماء و مشائخ کے حقوق:

چونکہ علماء ظاہر وباطن میں سرور عالم ﷺ کے وارث اور مسند نشیں ہیں۔ اس لئے ان حضرات کے حقوق بھی حضور اقدس ﷺ کے حق میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں:

☆فقہائے مجتہدین وعلمائے محدثین واساتذہ ومشائخ طریقت ومصنفین دینیات کے لئے دعاء خیر کرتا رہے۔

☆حسبِ قاعدہ شرعی ان کی اتباع کرے۔

☆جو اِن میں زندہ ہوں ان سے تعظیم اور محبت سے پیش آئے ان سے بغض و مخالفت نہ کرے۔

☆حسبِ وسعت وضرورت ان حضرات کی مالی خدمات بھی کرتا رہے۔

والدین کے حقوق: یہ حضرات مذکورین تو دینی نعمتوں میں واسطہ تھے اس لئے ان کا حق لازم تھا بعضے لوگ دنیوی نعمتوں کے ذرائع ہیں۔ اِن کا حق شرعاً ثابت ہے مثلاً ماں باپ کہ ایجاد اور پرورش اِن کی توسط سے ہوتی ہے۔ اِنکے حقوق یہ ہیں:

☆اِن کو ایذا نہ پہنچائے اگرچہ اِن کی طرف سے کوئی زیادتی ہو۔

☆قولاً وفعلاً اِن کی تعظیم کرے۔

☆مشروع اُمور میں ان کی اطاعت کرے۔

☆اگر ان کو حاجت ہو مال سے اِنکی خدمت کرے اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔

ماں باپ کے انتقال کے بعد اِن کے حقوق:

☆اِنکے لئے دعائے مغفرت ورحمت کرتا رہے، نوافل وصدقات مالیہ کا ثواب اِن کو پہنچاتا رہے۔

☆اِنکے ملنے والوں کے ساتھ رعایت مالی وخدمت بدنی وحُسنِ اخلاق سے پیش آوے۔

☆اِن کے ذمہ جو قرضہ ہو اُس کو ادا کرے۔

☆گاہ بگاہ ان کی قبر کی زیارت کرے۔

دادا، دادی، نانا، نانی کے حقوق:

☆دادا، دادی، نانا، نانی کا حکم شرعاً مثلِ ماں باپ کے ہے۔ پس اُن کے حقوق بھی مثلِ ماں باپ کے سمجھنا چاہئے۔ اس طرح خالہ اور ماموں مثلِ ماں کے اور چچا اور پھوپھی مثلِ باپ کے ہیں۔

اولاد کے حقوق: جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے حقوق ہیں وہ یہ ہیں:

☆نیک بخت عورت سے نکاح کرنا تا کہ اچھی اولاد پیدا ہو۔

☆بچپن میں محبت کے ساتھ اِنکی پرورش کرنا کہ اولاد کو پیار کرنے کی بھی فضلیت آئی ہے بالخصوص لڑکیوں سے دل تنگ نہ ہونا، اِنکی پرورش کرنے کی بڑی فضلیت آئی ہے اگر انّا کا دودھ پلانا پڑے تو خلیق اور دیندار انّا تلاش کرنا کہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق میں آتا ہے۔

☆اِن کو علم دین وادب سکھلانا۔

☆جب نکاح کے قابل ہوں اُنکا نکاح کردینا۔

☆اگر لڑکی کا شوہر مرجائے تو نکاح ثانی ہونے تک اُس کو اپنے گھر آرام سے رکھنا، اِس کے مصارف ضروریہ کا برداشت کرنا۔

دودھ پلانے والی انّا کے حقوق:

انّا بھی بوجہ دودھ پلانے کے مثل ماں کے ہے۔ اس کے حقوق بھی وارد ہیں۔ وہ یہ ہیں:

☆اس کے ساتھ ادب وحرمت کے ساتھ پیش آنا۔

☆اگر اس کو مالی حاجت ہو اور خود کو وسعت ہو تو اس سے دریغ نہ کرنا۔

☆اگر میسر ہو تو ایک غلام یا لونڈی خرید کر کے اس کو خدمت کے لئے دینا۔

☆اس کا شوہر چونکہ اس کا مخدوم ہے اور یہ اس کی مخدومہ ہے تو اس کے شوہر کو مخدوم المخدوم سمجھ کر اسکے ساتھ بھی احسان کرنا۔

سوتیلی ماں کے حقوق:

☆سوتیلی ماں چونکہ باپ کے قرین ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے اس لئے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے تحت جو ذکر ہوا وہ کافی ہے۔

بھن بھائی کے حقوق:

حدیث میں ہے کہ بڑا بھائی مثل باپ کے ہے۔ اس سے لازم آیا کہ چھوٹا بھائی مثلِ اولاد کے ہے۔ بس اِن میں باہمی حقوق ویسے ہی ہونگے جیسے مابین والدین واولاد کے ہیں۔ اسی طرح بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کر لینا چاہئے۔

رشتہ داروں کے حقوق:

اسی طرح باقی قرابت داروں کے بھی حقوق آئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:

☆اپنے محارم اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی کوئی قدرت نہ رکھتے ہوں تو بقدرِ کفالت ان کے نان نفقہ کی خبر گیری مثلِ اولاد کے واجب ہے اور محارم کا نان ونفقہ اس طرح تو واجب نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے۔

☆گاہ بگاہ اُن سے ملتا رہے۔

☆اِن سے قطع قرابت نہ کرے بلکہ اگر کسی قدر اُن سے ایذاء بھی پہنچے تو صبر افضل ہے۔

☆اگر کوئی قریب محرم اس کی ملک میں آجائے تو فوراً آزاد ہوجاتا ہے۔

زوجین کے حقوق:

حقوق زوجین میں شوہر کے ذمہ یہ ہیں:

اپنی وسعت کے موافق اس کے نان ونفقہ میں دریغ نہ کرے۔

☆اِن کو مسائل دینیہ سکھلاتا رہے اور عملِ نیک کی تائید کرتا رہے۔

☆اس کے محارم اقارب سے گاہ بگاہ اس کو ملنے دے۔ اس کی کم فہمی پر اکثر صبر و سکوت کرے اگر احیاناً ضرورت تادیب کی ہو تو توسط کا لحاظ رکھے۔

شوھرکے ذمہ یہ حقوق ھیں:

اس کی اطاعت وادب وحرمت ودلجوئی ورضاجوئی پورے طور سے بجالائے البتہ غیر مشروع امر میں عُذر کردے۔ //

بقیہ صفحہ 7 پر......